AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مابعد جدید مفکر "ژان فرانکواس لیوتار": "تعارف اور سماجی و علمی شعریات"

منصور خان
لیکچرر شعبہ اردو گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج چارسدہ
mansoorsahil.urdu@gmail.com
ڈاکٹر رومینہ بیگم
لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور
romina@icp.edu.pk
ڈاکٹر محمد عثمان
لیکچرار شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونی ورسٹی پشاور
Usmanadeeb11@gmail.com

Abstract

Lyotard shed light on new concepts of knowledge and their practical implications. He examined traditional narrative knowledge in the context of modern societal demands and presented scientific knowledge as a linguistic game. According to him, the task of postmodern science is not to discover certain and eternal truths, but rather to identify and scrutinize instabilities within existing knowledge structures .On the social and political front, Lyotard declared his opposition to all forms of comprehensive systems. He rejected any single, overarching theory, be it Marxism or any other grand narrative. Instead, he emphasized the importance of small, local, and diverse "narratives," which he believed could better express the complexity of human experience .Lyotard highlighted the deep connection between knowledge and power. According to his analysis, in postmodern society, the standard and purpose of knowledge have changed. Knowledge is no longer merely a tool for enlightenment but has become a commodity over which power and control are contested.This article unveils the intellectual context and theories of Lyotard, which will be a contribution to the world of Urdu literature.

کلیدی الفاظ: مابعد جدیدیت، علم اور طاقت، سماجی اور علمی شعریات، مقامیت، مابعد نو آبادیات، مابعد جدید دور میں علم کی تشکیل۔

جان فرانکوس لیوتار کا پیدائشی نام لیوتار ورسالِس تھا جو 10 اگست 1924ء کو فرانس میں پیدا ہوئے۔ لیوتار نے ابتدائی تعلیم فرانس میں حاصل کی اور بعد میں سوربون یونیورسٹی سے فلسفے میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ لیوتار کا انتقال 21 اپریل 1998ء کو پیرس میں ہوا۔ لیوتار کا ابتدائی فکری رجحان مارکسیت کی طرف تھا اور وہ الجیریا کی آزادی کی تحریک سے بھی وابستہ رہے۔ تاہم فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے رویے سے مایوس ہو کر اُنہوں نے ماسکو سے وابستگی ترک کر دی۔ بعد میں اُن کا خیال تھا کہ مارکسیت بھی ایک مہا بیانیہ ہے جو انفرادیت اور اختلاف کو نظر انداز کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیوتار نے مہابیانیوں کے مرکزی تصور کو مسترد کرتے ہوئے علم اور معاشرے میں تکثیری حقیقتوں اور چھوٹی کہانیوں کی اہمیت پر زور دیا۔ اپنی عملی زندگی کے آغاز میں اُنہوں نے ہائی اسکول میں تدریس کی اور دو سال تک الجیریا میں بھی قیام کیا۔ بعد میں اُنہوں نے جامعات میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ فلسفے پر گہرے کام کیے جن میں پوسٹ ماڈرن ازم کے بارے میں اُن کے خیالات خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

"لیوتار بنیادی طور پر فلسفے کے طالب علم تھے "انہوں نے سورین کی ایک یونیورسٹی سے فلسفی میں ایم اے کا امتحان پاس کیا تھوڑے عرصے کے بعد ہی ہائی سکول میں تدریس شروع کر دی اسی دوران انہوں نے دو سال الجزائر میں گزارے ابتدا میں ان کا ذہن مارکسیت کی طرف تھا اس دوران انہیں محسوس ہوا کہ فرانس کی کمیونسٹ پارٹی ایسے معاملات میں زیادہ حساس نہیں ہے اور ان کے خوابوں اور خیالوں کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمیونزم سے وابستگی کے باوجود پارٹی کی نااہلی اس فکر سے اسے قدر دور

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کرنے کا سبب بنی۔ انہیں احساس ہوا کہ مارکسیت ایسا "مہابیانیہ ہے جو ہر چھوٹی چیز کو برباد کر دینے کے مترادف ہے "لہذا اس نے تمام تر مہابیانیہ کی مرکزیت سے انحراف کرنے میں عافیت سمجھی تا کہ انسانیت کا صحیح معنوں میں فروغ ہو سکے "(۱)

1980 کی دہائی کے دوران مابعد جدید فکر کے میدان میں جان فرانکوس لیوتار کی تحریروں نے ایک مرکزی حیثیت اختیار کر لی۔ ان کی مشہور تصنیف "دی پوسٹ ماڈرن کنڈیشن "(جس کا اردو ترجمہ واجد علی انصاری نے پیش کیا) نے فکری حلقوں میں ایک نئی بحث کا آغاز کیا۔ اس کتاب میں لیوتار نے یہ موقف پیش کیا کہ جدید دور کے "مہا بیانیے "اپنا اثر کھو چکے ہیں۔ ان کے خیال میں تاریخ، ترقی یا آزادی جیسے جامع اور عالمگیر نظریات اب معاشرتی حقیقت کی تشریح کے لیے معتبر نہیں رہے۔

اس بنیادی نقطہ نظر سے آگے بڑھتے ہوئے لیوتار نے علم کے نئے تصورات اور ان کے عملی تقاضوں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے روایتی حکایتی علم کو جدید معاشرے کے تقاضوں کے تناظر میں پرکھا اور سائنسی علم کو ایک لسانی کھیل کے طور پر پیش کیا۔ ان کے نزدیک مابعد جدید سائنس کا کام یقینی اور مستقل سچائیوں کی دریافت نہیں بلکہ موجودہ علمی ڈھانچوں میں نا استواریوں کی نشاندہی اور ان کی چھان بین کرنا ہے۔ سماجی اور سیاسی محاذ پر لیوتار نے ہر قسم کے جامع نظاموں کے خلاف اپنی مخالفت کا اعلان کیا۔ وہ کسی بھی یک رخے اور کلی نظریے کو مسترد کرتے ہیں چاہے وہ مارکسزم ہو یا کوئی اور عالمی نظریہ۔ اس کے بجائے وہ چھوٹے، مقامی اور متنوع "بیانیوں "کو اہمیت دیتے ہیں جو ان کے نزدیک انسانی تجربے کی پیچیدگی کو بہتر طور پر بیان کر سکتے ہیں۔ ان کا ماننا تھا کہ یہ چھوٹے بیانیے ہی سماجی تبدیلی کی صحیح بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ لیوتار نے علم اور طاقت کے گہرے تعلق کو اجاگر کیا۔ ان کے تجزیے کے مطابق مابعد جدید معاشرے میں علم کا معیار اور مقصد بدل گیا ہے۔ علم اب محض روشن خیالی کا ذریعہ نہیں رہا بلکہ ایک ایسی شے بن گیا ہے جس پر طاقت اور کنٹرول کا تصادم ہوتا ہے۔ اس نئے دور میں علم کی حیثیت تبدیل ہو گئی ہے جس کے نتیجے میں سماجی استحصال کے نئے اور زیادہ پیچیدہ شکلوں نے جنم لیا ہے۔

> لیوتار کہتے ہیں کہ "ہر معاشرے کا اپنا سچ اور اپنا بیانیہ ہوتا ہے، کوئی سچ آفاقی اور حتمی نہیں، معاشرے جب ایک عظیم بیانیے یا نظریے کو اپنا لیتے ہیں تو انہیں لگتا ہے کہ وہی سب سے بڑی سچائی ہے، اور یہ بات صرف معاشرے یا سماج تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ مقامی اور انفرادی سطح پر بھی ہم کسی نہ کسی بیانیے کے اسیر ہوتے ہیں اور اُس بیانیے کے تابع ہی سچ اور جھوٹ کا تعین کرتے ہیں۔(۲)

درج بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ لیوتار کی فکر کا مرکزی نقطہ مہابیانیوں کے مرکزی کردار اور ان کے جبر پر تنقید ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جدیدیت کا دور ان بڑے بیانیوں جیسے کہ ترقی کا فلسفہ، مارکسزم، یا مذہبی تفاسیر پر یقین سے عبارت تھا جو سماجی اور سیاسی زندگی کے ہر پہلو کو منظم کرنے، اس کی تشریح کرنے اور قانونی حیثیت دینے کا دعوی کرتے تھے۔ لیوتار کے نزدیک یہ بیانیے محض تشریحات نہیں تھے بلکہ طاقت کے ایسے آلات تھے جو مختلف اقدار، طرز زندگی اور اقلیتی آوازوں کو دبا کر ایک یک رخے ہم آہنگ سماجی نظم کو مسلط کرتے تھے۔

ان کی بنیادی مخالفت کسی مخصوص بیانیے کے مواد سے نہیں بلکہ کسی بھی ایسے واحد اور جامع بیانیے کے دعوے سے ہے جو خود کو مطلق حقیقت اور عالمگیر معیار کے طور پر پیش کرے۔ لیوتار کے مطابق، کوئی بھی بیانیہ چاہے وہ کتنا ہی پر کشش یا ترقی پسند کیوں نہ ہو جب وہ تمام تر سماجی حقیقت کو اپنے دائرے میں سمو لینے کا دعوی کرتا ہے تو وہ استبدادی اور جابرانہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان "بڑے بیانیوں "کی گرفت اور جبر سے انسانی سوچ و عمل کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیوتار اپنی مشہور تصنیف میں مابعد جدیدیت کو "بڑے بیانیوں پر عدم یقین " سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ عدم یقین محض شک یا بے اعتقادی کا اظہار نہیں ہے بلکہ یہ ایک فلسفیانہ موقف اور ثقافتی صورت حال کی نشاندہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اب ان بیانیوں کی مرکزی حیثیت، ان کی عالمگیر دعوؤں اور ان کی مکمل تشریحی طاقت پر وہ بے چون وچرا ایمان نہیں رکھتے جو جدید دور کی خصوصیت تھا۔ یہ بیانیے اب مطلق اور واحد کہانیاں نہیں رہے بلکہ متعدد کہانیوں میں سے چند ایک ہیں۔

یہ عدم یقین ایک منفی یا مایوس کن صورت حال نہیں بلکہ لیوتار کے نزدیک ایک آزادی بخش امکان ہے۔ جب کوئی واحد بیانیہ مرکزیت کھو دیتا ہے تو سماجی زندگی کے مختلف "زبانوں کے کھیل "(لینگویج گیمز) اور چھوٹے، مقامی بیانیوں کے لیے راستہ کھل جاتا ہے۔ اس سے انفرادیت، تنوع، اختلاف رائے اور اقلیتی تجربات کو اظہار کا موقع ملتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

علم اور سماجی تنظیم اب کسی ایک منطق کے تابع نہیں رہتے بلکہ کثرت (پلورل) اور غیر مرکزیتی (ڈی سینٹرلائزڈ) ہو جاتے ہیں۔ لیو تار کا یہ نظریہ صرف فلسفیانہ بحث تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے گہرے سیاسی وسماجی مضمرات ہیں۔ یہ ہمیں ہر اس طاقت کے ساختی ڈھانچے سے متنبہ کرتا ہے جو اپنی ایک کہانی کو حتمی اور لازمی بنا کر پیش کرتی ہے۔ اس طرح مابعد جدیدیت کا یہ تصور جمہوریت، رواداری اور تنوع کے لیے ایک بنیادی جواز فراہم کرتا ہے جہاں حتمی حقیقت کے دعوے مسترد کر کے مختلف آوازوں، ثقافتوں اور شناختوں کے درمیان مسلسل گفتگو، تنقید اور تجربے کی فضا قائم ہوتی ہے۔ یہی لیو تار کے فکری منصوبے کا خلاصہ اور مقصد معلوم ہوتا ہے۔

> لیو تار تنبیہ کرتا ہے کہ مابعد جدیدیت میں کسی نوع کے مہابیانیہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ مہابیانیہ خواہ فکری ہو یا سیاسی، ”مہابیانیہ“ کا اعتبار جاتا رہا۔(۳)

لیو تار کے نزدیک جدیدیت کا بنیادی المیہ یہ تھا کہ اس نے انسانی وجود کو ایک مشین کے پرزے میں تبدیل کر دیا۔ صنعتی ترقی اور سرمایہ دارانہ نظام کے تحت، انسان کی تخلیقی صلاحیتیں اور انفرادی شناخت محض پیداواری عمل کا حصہ بن کر رہ گئیں۔ اس طرح زندگی کی پیچیدگیوں اور جذباتی گہرائیوں کو یکساں اور پیمانہ بند ڈھانچے میں ڈھال دیا گیا جس سے وجود کے معنی اور تجربات کی کثیر الجنسیت مجروح ہوئی۔ لیو تار نے استدلال کیا کہ جدیدیت کے اس مشینی عمل نے آفاقی قدروں کے بیانیوں کو بھی بے معنی بنا دیا۔
مابعد الطبیعیاتی صداقتوں عالمگیر اخلاقی اصولوں اور تاریخی ترقی کے جامع نظریات کو جدیدیت نے فروغ دیا تھا لیکن عملی طور پر یہی نظریات یک رخی اور جابرانہ نظام کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بن گئے۔ اس کے نتیجے میں متنوع ثقافتی اقدار اور مقامی دانشیں مرکزیت پسندانہ بیانیوں کے سامنے ہمیشہ کے لیے پسماندہ قرار پا کر ختم ہوتی چلی گئیں۔ یہی تبدیلی جغرافیائی اور سماجی نقشے پر بھی واضح ہوئی جہاں جدیدیت نے دیہی زندگی کی روایتی ساخت کو تہس نہس کر دیا۔ دیہات جو قدرتی تعلقات، برادری کی ہم آہنگی اور ماحول سے گہری وابستگی کی علامت تھے بتدریج ختم ہوتے گئے۔ ان کی جگہ بڑے شہروں نے لے لی جو جدیدیت کے مرکزی اظہار بن گئے۔ یہ شہر بے نام اور یکساں آبادیوں، غیر ذاتی تعلقات اور ثقافتی یکسانیت کے مراکز تھے جو جدید انسان کے اجنبی اور بے گانہ ہونے کی مستقل علامت بن گئے۔

> اسے احساس ہے کہ جدیدیت زندگی کو اس حد تک مشینی بنا دینا چاہتی ہے کہ آفاقی معیارات کا حصول ہی انسانی کی شان و شوکت کا سبق بن جائے دیہات کو ختم کر کے نئے شہر آباد کئے جا رہے ہیں اینٹ اور پتھر سے بنائے گئے بلند و بالا شہر کے مکان شہری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ لیو تار احساس دلاتا ہے کہ یکساں مکانات کی تعمیر سے زندگی کی چھل پہل ختم ہو جاتی ہے ہمدردیاں پتھر بن جاتی ہیں اور زندگی کے کئی بڑے مطالبات مشینوں کے زیر اثر آجاتے ہیں جدیدیت شہر کا تصور پیش کرتی ہے نئی نئی تکنیک سے بنائے جانے والی تعمیرات زندگی کی رنگینی کا یکسر خاتمہ کر دیتی ہے جس سے چھوٹی چھوٹی خوبصورتیاں ختم ہو جاتی ہیں۔(۴)

لیو تار جدید تنقیدی فکر میں مقامیت کے اہم علمبرداروں میں سے تھے جن کا فلسفیانہ رجحان عالمگیر مفروضوں اور یکساں اصولوں پر شک کرنے کی طرف تھا۔ وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ حقیقت اور دانش مقامی سیاق وسباق، زبان اور ثقافتی تنوع میں تشکیل پاتی ہیں۔ ان کے نزدیک کسی بھی کلی یا عالمی بیانیہ کے بجائے مقامی کہانیاں، روایات اور زبانیں ہی معاشرتی زندگی کی تعمیر اور شناخت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ اس طرح لیو تارد نے یہ دلیل پیش کی کہ انسانی تجربے کی پیچیدگی کو سمجھنے کے لیے ہمیں مختلف مقامی حقیقتوں اور ان کے مخصوص نظامِ معنی کو مرکزی اہمیت دینی چاہیے۔
ان کی اس رائے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ثقافتی اور سماجی پالیسیوں میں یکسانیت کے بجائے تنوع اور مقامی خود مختاری کو فوقیت دی جائے۔ لیو تارد کے مطابق مقامی زبان صرف رابطے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک ایسا ذخیرہ ہے جس میں مقامی تاریخ، اقدار اور علم محفوظ ہیں۔ اسی طرح مقامی ثقافتی تنوع کو فروغ دینا انسانی آزادی اور تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ضروری ہے۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ حقیقی جمہوریت اور انصاف صرف اسی وقت ممکن ہے جب مقامی سیاق کو سنجیدگی سے سنا جائے اور اسے اجتماعی فیصلہ سازی میں جگہ دی جائے کیونکہ ہر مقام کی اپنی مخصوص ضروریات، مسائل اور حل ہوتے ہیں۔

> ہمیں آفاقی سچائیوں کی بجائے، مقامی سیاق، جزوی حقائق اور موجودہ نظام میں فرق و تنوع کو سمجھنے پر توجہ دینی چاہیے۔(۵)

لیوتار بنیادی طور پر جدیدیت کے ناقد اور مابعد جدیدیت کے اہم مفکر و حامی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں نہ صرف مابعد جدیدیت اور اس کی قدروں کی واضح تشریح پیش کی بلکہ علم اور طاقت کے پیچیدہ رشتوں کو بھی مابعد جدید تناظر میں نئی تفہیم عطا کی۔ لیوتار کے نزدیک جدیدیت کی کلیاتی بیانیوں (گرانڈ نیریٹوز) پر شک کرتے ہوئے، علم کا تعلق طاقت کی ساختوں سے ہے اور ہر علم کا مقصد و مشروعیت مقامی اور سیاقی ہوتی ہے۔ اس طرح انہوں نے یہ واضح کیا کہ مابعد جدید دور میں حقیقت متعدد چھوٹے بیانیوں کے درمیان تشکیل پاتی ہے جہاں کوئی واحد مرکزِ طاقت یا عالمی صداقت قابض نہیں ہوتی۔

حوالہ جات:

۱۔مابعد جدید صورتحال، جین فرانکوائس لیوتار، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸
۲۔ ایضاً، ص ۲۲
۳۔ http.revisesoicialogy.com
۴۔ http.britannica.com
۵۔مابعد جدید صورتحال، جین فرانکوائس لیوتار، عکس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸